اقبال اور تعلیم

شرف الدین اصلاحی

یہ بات بلا خوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ اقبال کے فکر و شعور کا محور اسلام ہے ۔ میرا اور آپ کا اسلام نہیں بلکہ وہ اسلام جو اللہ تعالی نے نبی آخر الزماں کو دیا اور جو اپنی خالص اور سادہ شکل میں بلا کم و کاست قرآن کے اوراق میں محفوظ ہے ۔ اقبال زندگی کے ہر مسئلے کو اسی زاویے سے دیکھتے ہیں اور اسی کی روشنی میں کوئی رائے قائم کرتے ہیں ۔

اقبال شعور و آگہی کی منزل میں داخل ہوئے تو برصغیر میں سرسید اور ان کے رفقائے کار کی چلائی ہوئی ''قومی تحریک،، برگ و بار لاچکی تھی، جس کے دو بنیادی مقصد تھے انگریزی تعلیم کی اشاعت اور مغربی تہذیب و طرز معاشرت اختیار کرکے حاکم قوم کے ساتھ سوشل تعلقات قائم کرنا ۔ اور اس کے نتیجے میں مغربی تعلیم سے مسلمانوں کی وہ نفرت ختم ہوچکی تھی جو شروع میں انہیں تھی ۔ اب انگریزی پڑھنا کفر نہیں رہا تھا ۔ کالجوں اور اسکولوں سے مسلمان بچے فارغ التحصیل ہو کر نکلنے لگے تھے ۔ خود اقبال کی رسمی تعلیم اسی ماحول میں ہوئی ۔ پہلے وہ ملک کے سرچشموں سے سیراب ہوئے ۔ اس کے بعد تکمیل کے لئے یورپ گئے اور کئی سال انگلستان اور جرمنی میں مقیم رہے ۔ گویا جدید تعلیم اور اس کے اثرات کو بہ نفس نفیس انہوں نے دیکھا اور ان مراکز میں دیکھا جو اس کے سرچشمے تھے ۔ ان حالات میں مغربی تعلیم کی طرف ان کا میلان ایک فطری امر تھا ۔ اس لئے دوسرے زعمائے قوم کی طرح شروع میں انہوں نے بھی مغربی تعلیم کی حمایت کی ۔ بانگ درا ، دور سوم کی نظموں میں ایک نظم ہے ''مسلمان اور تعلیم جدید،، اس نظم میں اقبال نے

جن خیالات کا اظہار کیا ہے وہ صاف سرسید اور حالی وغیرہ کی صدائے بازگشت معلوم ہوتے ہیں - پہلے وہ نظم سن لیجئے :-

مرشد کی یہ تعلیم تھی اے مسلم شوریدہ سر
لازم ہے رہرو کے لئے دنیا میں سامان سفر

بدلی زمانے کی ہوا ایسا تغیر آگیا
تھے جو گراں قیمت کبھی اب ہیں متاع کس مخر

وہ شعلۂ روشن ترا ظلمت گریزاں جس سے تھی
گھٹ کر ہوا مثل شرر تارے سے بھی کم نورتر

شیدائی غائب نہ رہ، دیوانۂ موجود ہو
غالب ہے اب اقوام پر معبود حاضر کا اثر

ممکن نہیں اس باغ میں کوشش ہو بارآور تری
فرسودہ ہے پھندا ترا زیرک ہے مرغ تیز پر

اس دور میں تعلیم ہے امراض ملت کی دوا
ہے خون فاسد کے لئے تعلیم مثل نیشتر

رہبر کے ایما سے ہوا تعلیم کا سودا مجھے
واجب ہے صحرا گرد پر تعمیل فرمان خضر

لیکن نگاہ نکتہ بیں دیکھے زبوں بختی مری
رفتم کہ خار از پا کشم محمل نہاں شد از نظر

یک لحظہ غافل بودم و صد سالہ راہم دور شد

اس نظم میں مرشد، رہبر اور خضر سے اقبال کا اشارہ ملت کے ان تمام بزرگوں کی طرف ہے جو مسلمانوں کو تعلیم کی طرف متوجہ کرتے رہے ہیں - اور خود سرور کائنات ہادی برحق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات

علم اور تعلیم کے ضمن میں سنہرے حرفوں میں لکھے جانے کے قابل ہیں۔ خیر کم من تعلم القرآن و علمه، تم میں بہترین شخص وہ ہے جس نے قرآن پڑھنا سیکھا اور سکھایا ۔ اطلبوا العلم من المهد الی اللحد۔ گود سے گور تلک علم سیکھتے رہو۔ طلب العلم فریضة علی کل مسلم و مسلمة۔ علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔

علم اور تعلیم کی اہمیت سے انکار نہیں ۔ لیکن اس نظم میں اقبال تعلیم کی اہمیت جتانے کے ساتھ یہ بھی بتانا چاہتے ہیں کہ تعلیم وہی سودمند ہے جو ضرورت وقت کے مطابق ہو اور رفتار زمانہ کا ساتھ دے سکے ۔ مسلمانوں کے قدیم علوم کو وہ فرسودہ اور بیکار کہتے ہیں ۔ انہیں یہ بھی احساس ہے کہ مسلمان جدید تعلیم کے میدان میں دوسری اقوام سے بہت پیچھے رہ گئے ہیں ۔ یہ وہی باتیں ہیں جو سرسید اور ان کے ساتھی اقبال سے پہلے برصغیر کے مسلمانوں میں گھر گھر پہنچا چکے تھے اور جس کے نتائج اس صورت میں ظاہر ہونے لگے تھے کہ مسلمان رفتہ رفتہ جدید تعلیم سے مانوس ہوتے جارہے تھے ۔ انگریزی تعلیم سے انہیں وہ اجنبیت نہیں رہی تھی جو اوائل عہد میں تھی۔

اس نظم کے مطالب سے صاف عیاں ہے کہ اقبال کی نظر میں جدید تعلیم کا حصول تقاضاے عصر ہی نہیں بلکہ ''فرمان خضر'' بھی ہے ۔ وہ ایک لیتی کے ساتھ یہ سمجھتے ہیں کہ جدید تعلیم اس دور میں ملت اسلامیہ کے جملہ امراض کی دوا ہے ۔ ان کے نزدیک مسلمانوں کے قدیم علوم جو کبھی ''گراں قیمت'' تھے اب ''متاع کس مخر'' یعنی ایسا مال ہیں جس کا کوئی خریدار نہیں اس لئے اقبال امت مسلمہ کو نہ صرف جدید علوم و فنون کی تحصیل کا مشورہ دیتے ہیں بلکہ ملت کی اس بدبختی اور زبوں حالی کا ماتم بھی کرتے ہیں جو جدید تعلیم کی دوڑ میں پیچھے رہ جانے کی وجہ سے وقت کے لیے نظام تیں ان کا مقدر بن گئی تھی ۔ اور اب جس سے نکلنے کا واحد راستہ یہی تھا کہ

جدید تعلیم کے حصول کی سعی تیز تر کردی جائے ۔ لیکن کیا اقبال کا یہ خیال صحیح ثابت ہوا اور کیا آخر تک وہ اپنی اس رائے پر قائم رہ بھی سکے ؟ اس کا جواب نفی میں ہے ۔ جدید تعلیم کے متعلق اقبال کا یہ رویہ وقتی اور ہنگامی تھا ۔

جیسا کہ آگے چل کر واضح ہوجائے گا اقبال کو جلد ھی اپنا نقطہ نظر بدل دینا پڑا ۔ کل جدید لذیذ ۔ ہر نئی چیز اچھی معلوم ہوتی ہے ۔ نئی تعلیم کی نیلم پری اپنے زرق برق جلوؤں کے ساتھ نمودار ہوئی تو مرحبا صل علیٰ کہہ کر اس کا خیر مقدم کیا گیا ۔ لیکن بدقسمتی سے یہ صورت حال زیادہ عرصہ تک قائم نہ رہ سکی ۔ جوں ھی تصویر کا دوسرا رخ سامنے آیا خوش فہمیوں کے تار و پود بکھر گئے ۔ محسوس کرنے والوں نے محسوس کرلیا کہ جدید تعلیم سے وابستہ توقعات پوری نہیں ہوسکیں ۔ جدید تعلیم اور مغربی علوم کا بیج بو کر ثمر خوش لذت کی جو تمنا کی گئی تھی وہ سراب ثابت ہوئی ۔ یہ رد عمل سرسید کے زمانہ میں ھی شروع ہوچکا تھا ۔ جدید تعلیم کے بانی اور امام سرسید احمد خان کا یہ فقرہ کہ یونیورسٹیوں کی تعلیم بھی محض خچر پیدا کرتی ہے اس دوطرفہ نقصان کی غمازی کرتا ہے جو نئی تعلیم کی وجہ سے مسلمانوں کو اٹھانا پڑا ۔ یعنی مسلمان جدید مغربی تعلیم کی اچھائیوں سے تو بہرہور نہ ہوسکے فقط اس کی خرابیاں ان کے حصہ میں آئیں ۔ دوسری طرف وہ اپنے قدیم مشرقی علوم کی بہتر روایات سے بھی محروم ہوگئے ۔ مسلمان رہنا انہیں گوارا نہ رہا اور انگریز بننا ان کے بس کی بات نہ تھی ۔

سرسید کو جدید تعلیم کے نتائج دیکھنے کا بہت زیادہ موقع نہ ملا ۔ زندگی نے وفا نہ کی ۔ حالی ان سے زیادہ زندہ رہے ۔ چنانچہ حالی کے یہاں اس ردعمل کی شدت ان سے زیادہ ہے ۔ رہے اقبال تو ان کا زمانہ جدید تعلیم کا "عہد زریں" کہا جاسکتا ہے ۔ جدید تعلیم اس وقت تک پوری طرح پھیل چکی تھی اور اس کے نتائج کھل کر سامنے آگئے تھے ۔ اقبال خود بھی عصر جدید کے

اعلی تعلیم یافتہ تھے۔ لئے نظام تعلیم کو دیکھنے سمجھنے اور پرکھنے کا انہیں پورا موقع ملا تھا۔ اس لئے ان کے ردعمل کو نہ ہنگامی کہا جاسکتا ہے نہ سطحی۔ اقبال کا ردعمل بانگ‌درا کی ایک نظم میں دیکھئے جس کا عنوان ہے "تعلیم اور اس کے نتائج"۔

خوش تو ہیں ہم بھی جوانوں کی ترقی سے مگر
لب خنداں سے نکل جاتی ہے فریاد بھی ساتھ
ہم سمجھتے تھے کہ لائے گی فراغت تعلیم
کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ
گھر میں پرویز کے شیریں تو ہوئی جلوہ نما
لے کے آئی ہے مگر تیشۂ فرہاد بھی ساتھ

تخم دیگر بکف آریم و بکاریم ز نو
کانچہ کشیتم ز خجلت نتواں کرد درو

اس نظم میں اقبال کے تاثرات کسی شرح و تفسیر کے محتاج نہیں۔ یہ نظم بانگ‌درا کی ہے۔ اور بانگ‌درا فکر اقبال کے عبوری دور کی پیداوار ہے۔ اس میں ان کا شعور پختگی کی اس منزل پر نہیں جو بعد کے مجموعوں میں پائی جاتی ہے۔ اس نظم میں رد عمل کی لے ذرا مدھم اور انداز فریاد کا ہے۔ ضرب کلیم میں جسے علامہ نے خود دور حاضر کے خلاف اعلان جنگ کہا ہے اور دوسرے اہل نظر نے اسے جہاد بالقلم کا بے مثال کارنامہ قرار دیا ہے فریاد کی لے رجز خوانی میں بدل جاتی ہے۔ ضرب کلیم کی ضرب کاری دیکھئے۔

اور یہ اہل کلیسا کا نظام تعلیم
ایک سازش ہے فقط دین و مروت کے خلاف

مسلمانوں میں مغربی نظام تعلیم کی ترویج اہل کلیسا کی ایک سازش

بھی اسلام اور انسانیت کے خلاف . . ایک کامیاب سازش ۔ صلیبی جنگیں وہ کام نہ کرسکیں جو جدید تعلیم کی اشاعت نے کیا ۔ مسیحیت جو کام اپنی سپاہ سے نہ لے سکی وہ کام اس نے خود ہمارے اکابرین و قائدین سے لے لیا ۔ سازش بےنقاب ہوئی مگر اس وقت جب زہر اپنا کام کرچکا تھا ۔

سوال پیدا ہوتا ہے کیا اقبال اس رد عمل کے بعد سرے سے مغربی تعلیم کے خلاف ہوگئے ۔ اور اہل یورپ نے علوم و فنون میں جو ترقیاں حاصل کیں، سائنس اور ٹکنالوجی کے میدان میں جو کارنامے سرانجام دیئے، انہیں بنظر استحسان نہیں دیکھتے اور مسلمانوں کو ان سے دور رکھنا چاہتے ہیں ۔ اگر ایسا ہی تھا تو انھوں نے اپنے بیٹے جاوید اقبال کو تعلیم کے لیئے باہر کیوں بھیجا ۔

جیسا کہ پیشتر عرض کیا جا چکا ہے اقبال کے فکر کا محور اسلام ہے ۔ اور اسلام ایک ارتقا' پسند مذہب ہے، جو اس زمین پر اس کے خالق کا آخری پیغام ہے ۔ اور جس میں قیامت تک پیدا ہونے والی نسل انسانی کے لئے مکمل ہدایت ہے ۔ عیسائیت کی طرح وہ نوامیس فطرت سے متصادم نہیں بلکہ ان کا مددگار اور رہنما ہے ۔ زمان و مکان کی قید سے بالا تر ہوکر وہ زمانے کی ترقیوں کا ساتھ دے سکتا ہے ۔ بلکہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ وہ ان ترقیوں کو اپنے ساتھ لیکر چل سکتا ہے ۔ اقبال قدامت پرست کہلاتے اور ان کا اسلام بھی قدامت پرست اور رجعت پسند ہوتا اگر وہ اس نقطۂ نظر کے قائل ہوتے ۔ بات یہ ہے کہ اقبال کی دشمنی مغربی علوم و فنون سے نہیں بلکہ اس نظام تعلیم سے ہے جو اہل مغرب نے اپنے محروسہ ممالک میں رائج کیا اور جس کا مقصد اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ محکوم اقوام کی زنجیر غلامی کو اور مضبوط کیا جائے، اور مسلمانوں کو ان کے دین و مذہب سے بیگانہ کرکے ہمیشہ کے لئے مفلوج اور معطل بنا دیا جائے ۔ اقبال کے نزدیک جس طرح سیاست دین سے جدا ہوکر صرف چنگیزی رہ جاتی ہے، اسی طرح وہ تعلیم جو مذہب سے بیگانہ ہو زندقہ اور الحاد کو جنم دیتی ہے ۔ ایسی تعلیم کو وہ مسلمانوں کے حق میں یقینا سم قاتل سمجھتے

هیں جو انہیں مسلمان نہ رہنے دے۔ اگر اس طرف سے اطمینان کا سامان کرلیا جائے تو پھر اقبال کے نزدیک مغربی علوم ہی نہیں خالص مغربی تعلیم میں بھی کوئی مضائقہ نہیں ۔ جاوید سے مخاطب ہوکر کہتے ہیں :

جوہر میں ہو لاالہ توکیا خوف   تعلیم ہو گو فرنگیانہ

یہ بات اپنی جگہ صد فیصد درست سہی مگر عملاً اسکی حقیقت دل کے بہلانے کو غالب کے خیال کی سی ہے ۔ یہ جوہر تو صحیح تعلیم ہی سے پیدا ہوسکتا ہے ۔ اور اگر کسی میں خداداد ہو تو غلط تعلیم اس کو مسخ بھی کرسکتی ہے ۔

اقبال کے نزدیک مسلمانوں کے حق میں بہتر نظام تعلیم وہی ہوسکتا ہے جو قدیم و جدید دونوں کی خوبیوں کو جامع اور دونوں کی خامیوں سے مبرا ہو۔ بلکہ وہ تو سرے سے قدیم و جدید کی اس تقسیم ہی کے قائل نظر نہیں آتے اور اسے مہمل سمجھتے ہیں ۔ بہرحال اقبال مسلمانوں کے نظام تعلیم کو دین و دنیا کی حسنات کا مجموعہ دیکھنا چاہتے ہیں ۔ ان کی نظر میں غنچہ کی تربیت کے لئے شبنم بھی اتنی ہی ضروری ہے جتنی کہ نسیم ۔

''علم اور دین،، کے زیر عنوان ضرب کلیم کے یہ اشعار ملاحظہ ہوں ۔

زمانہ ایک، حیات ایک، کائنات بھی ایک
دلیل کم نظری قصۂ جدید و قدیم

چمن میں تربیت غنچہ ہو نہیں سکتی
نہیں ہے قطرۂ شبنم اگر شریک نسیم

وہ علم کم بصری جس میں ہمکنار نہیں
تجلیات کلیم و مشاہدات حکیم

یوں دیکھا جائے تو اقبال عصر حاضر میں علی الاطلاق تعلیم سے، مشرقی

هو یا مغربی، قدیم هو یا جدید، دینی هو یا دنیوی، غیر مطمئن اور مایوس نظر آتے هیں ۔ ضرب کلیم کا ایک حصہ جو ''تعلیم و تربیت،، کے لئے وقف ہے اسکی نظموں میں کہیں وہ اساتذہ سے مخاطب هیں کہیں طلبہ سے، کہیں مدرسہ کی خبر لی ہے کہیں مکتب کی ۔ ان کے ذهن میں تعلیم کا جو جامع تصور ہے وہ ایک آئیڈیل ہے جس کا مصداق اس دنیا میں موجود نہیں ۔ هندی مکتب سے وہ اس لئے بیزار هیں کہ وہ مولوں کا مسکن ہے ۔ شیخ مکتب سے انھیں یہ شکایت ہے کہ اس کے طریقوں میں کشاد دل کا سامان نہیں ۔ مدرسہ اس لیے مطعون ہے کہ وہ افکار کو پختہ نہیں کرتا اور خیالات کو بے نظام چھوڑ دیتا ہے ۔ عہد حاضر کا طالب علم اس لیے قابل ملامت ہے کہ وہ کتاب خواں تو ہے صاحب کتاب نہیں ۔ دینی تعلیم میں وہ مذهبی مناقشات کو پسند نہیں کرتے ۔ دین میں محکمات کو چھوڑ کر فروع اور جزئیات کو بنائے مخاصمت بنانا فرقہ بندی کو جنم دیتا ہے ، جس سے ملت کا اتحاد پارہ پارہ هوتا ہے ۔ غلط قسم کا تصوف جو مسلمانوں میں راہ پا گیا اقبال اس کے بھی مخالف هیں ۔ ''سید کی لوح تربت،، کا ایک بند ہے ۔

مدعا تیرا اگر دنیا میں ہے تعلیم دیں
ترک دنیا قوم کو اپنی نہ سکھلانا کہیں
وا نہ کرنا فرقہ بندی کے لیے اپنی زباں
چھپ کے ہے بیٹھا هوا هنگامۂ محشر یہاں
وصل کے اسباب پیدا هوں تری تحریر سے
دیکھ کوئی دل نہ دکھ جائے تری تقریر سے

ایک مسلمان کی دعا فلاح دارین کی تمنا ہے۔ ربنا آتنا فی الدنیا حسنة و فی الاخرة حسنة وقنا عذاب النار ۔ اقبال مسلمانوں کے لیے ایسی هی تعلیم چاهتے هیں جو اس دعا کا جواب هو۔